فن تجوید و قراءت کا تعارف اور ارتقائی جائزہ

Introduction to the art of recitation and evolutionary review

*ڈاکٹر جہانزیب رانا

** ڈاکٹر سید عطاء اللہ بخاری

ABSTRACT

The word Tajweed linguistically means ‘proficiency’ or ‘doing something well’. When applied to the Quran, it means giving every letter of the Quran its rights and dues of characteristics when we recite the Quran and observing the rules that apply to those letters in different situations. We give the letters their rights by observing the essential characteristics of each letter that never leave it. And we give them their dues by observing the characteristics of each letter that are present in them some of the time and not present at other times.Arabic letters each have a Makhraj – an exit or articulation point - in the mouth or throat from which they originate and they also each have Sifaat – attributes, or characteristics - particular to them. Knowing the Makhraj and Sifaat of each letter is an important part of Tajweed. Sometimes two letters have very similar exits which makes mixing them up easy. So if a person does not know the attributes of each letter there is a danger that he will change the meaning of the words in Quran recitation. Observing the rules of Tajweed in reciting protects the reciter from making mistakes in reciting the Quran.

Keywords:Quran,Tajweed,Makhraj,Arabic.

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسراء یونیورسٹی

** لیکچرر، کیڈٹ کالج، گوٹکی

علم تجوید کا شمار قرآنی علوم میں ہوتا ہے۔ قرآن کی تلاوت، ترتیل، اس کے صحیح سیکھنے اور درست طریقہ پر پڑھنے کے اعتبار سے، اسی طرح قرآن کی تفسیر، اس میں تدبر اور اس کے معانی میں غور و فکر کرنے کے اعتبار سے بھی، دوسرے پہلو سے غور کیا جائے تو علم تجوید کا عربی زبان اُس کی صوتی ہم آہنگی اور حروف سے بھی بڑا گہرا تعلق ہے۔ علم تجوید علوم قرآنیہ اور عربی زبان کے علوم کا جامع ہے۔ اسی لیے قرآنی علوم کے موضوعات پر تصنیف و تالیف کرنے والے علمانے بھی اس پر ایسی ہی توجہ دی، جیسا کہ عربی زبان کے ماہرین نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا یہاں تک کہ اس علم کے مباحث و مسائل عربی زبان اور قرآنی علوم دونوں کی معرفت کا مستقل ایک باب بن گئے۔ اسی لیے دراسات قرآنیہ سے متعلق لکھنے والے علمانے اس موضوع پر بڑی تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ جیسے وقف وابتدا کے قواعد، قرآنی رسم الخط کی رعایت اور ضبط پر خصوصی توجہ وغیرہ۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا (تجوید اور وقف کی رعایت کے ساتھ) پڑھنا تمام مسلمانوں کے لیے لازمی چیز اور ایک محکم فریضہ ہے، نہ تو اس سے کوئی چارہ ہے نہ ہی بے نیازی، اور اس سے بے نیازی کا ہونا ممکن بھی نہیں ہے لہٰذا علم قرات یا علم تجوید اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلمات قرآنیہ میں، قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق اور اختلاف معلوم ہو، جو نبی کریم علیہ السلام سے سن لینے کی بنا پر ہے، اپنی رائے کے بنا پر نہیں۔ ایک تعریف یہ بھی ہے کہ علمِ قراءت اس علم کا نام ہے، جس میں وہ الفاظ و مسائل بیان کئے جائیں جو باعتبار موضوع کئی طرح سے آئے ہیں، بالفاظ دیگر جس میں اختلافات، قراءت متواترہ مشہورہ کے اعتبار سے صور نظم قرآنی پر بحث کی جائے۔ (تو معلوم ہوا کہ علم قراءت کا موضوع، کلماتِ قرآنیہ ہیں، کیوں کہ ان ہی کلمات کے تلفظ اور حالات سے بحث ہوتی ہے۔ اور اس کا فائدہ اور مقصد یہ ہے کہ زبان غلطی سے محفوظ رہتی ہے، اور قرآن مجید ہر طرح کی تحریف و تغییر اور خطا سے محفوظ رہتا ہے، اور ائمہ کرام کی تمام قرائتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ تلاوتِ قرآن، قرب الٰہی کا سب سے اہم ذریعہ ہے، اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے گا، تو کسی نہ کسی کی قراءت اور روایت و طریق پر ہی پڑھا جائے گا، مثلاً غیر منقسم ہندوستان اور ایشیا کے اکثر ملکوں میں امام عاصمؒ کی قراءت بہ روایت حفصؒ بطریق شاطبیؒ پڑھی جاتی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں حضرت امام حفصؒ کی مقبولیت:

امام حفصؒ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں بہ عمر ۹۰، سال کوفہ میں وفات پائی ہے۔اس وقت دس قراء تیں بالکل صحیح صحیح،امت کے۔پاس موجود ہیں،اور قراءت سبعہ کے خلاف کبھی کسی نے ایک حرف بھی نہیں کہا،اور ان میں سے مکہ اور مدینہ والوں کی قراءت، خاص طور پر قریشی ہونے کی وجہ سے زیادہ امتیاز رکھتی ہے، لیکن اس پر یہ مقبولیت خداداد ہے، کہ صدیوں سے مکاتب اور مدارس میں امام حفصؒ ہی کی روایت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے،اور ایک ہزار حفاظ میں سے نوسوننانوے کو یہی ایک روایت یاد ہے،اور ایسا تو کوئی بھی نہ نکلے گا جسے یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہوں۔(حالانکہ نحوی حضرات کے گمان کے مطابق تو امام عاصمؒ کی قراءت مروج ہونی ہی نہ چاہیے تھی، کیوں کہ ہمزات کی تحقیق کی وجہ سے وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں)۔ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشائ۔ لیکن تواتر عملی کے ساتھ امام عاصم کوفی اور امام حفص کوفی کی قراءت و روایت بہ طریق حفص پورے ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش میں رائج ہے اور سعودی گورنمنٹ کی طرف سے چھپنے والے قرآن کریم میں امام عام کوفی کی قراءت اور امام حفص کوفی کی روایت سے پڑھنے ہی کی تاکید کی گئی ہے۔

لفظ ”تجوید“ آئمہ لغت کی روشنی میں:

جود الجيم والواو والدال-اصل واحد-وهوالتسمح بالشيئ وكثرة الاعطاء- يقال: رجل جوّاد والجوّاد: المطرالغزير والجوّاد الفرس: الذريع والشريع- والجمع جياد-قال اللّٰه تعالىٰ: ”اذعرض عليه بالعشّى الصافنات الجياد“ والمصدرا لجوده-فماقو لهم فلان يجاد الى كذا، كانه يساق اليه-[1]

"جود۔جیم، واو اور دال سے واحد ہے، جس کا مطلب ہے کسی معاملے میں نرمی برتنا اور عطاو بخشش میں کثرت۔ کہا جاتا ہے خوب بخشش کرنے والا آدمی۔ بہت خیرات کرنے والا۔اسی طرح بہت سخاوت کرنے والی قوم۔اور جواد موسلادھار بارش کو کہتے ہیں اور جواد کا لفظ پھرتیلے اور تیز رفتار گھوڑے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔اسی کی جمع جیاد ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] ابن فارس، ابوالحسین احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ (دار لکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۰م)، ۱/۴۹۳

﴿اِذْ عُرِضَ عَلَيۡهِ بِالۡعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ﴾ [2]

"جب اس کے سامنے خوب سدھے ہوئے تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے۔"

اس کا مصدر الجودہ ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں چیز کا مشتاق ہے۔ گویا اسے کشاں کشاں اس چیز کی طرف لے جایا گیا۔ "جودٍ" فَيْعِلٍ کے وزن پر جَيِّدٌ یعنی اچھی چیز، اس کی جمع جیاد ہے۔ اور ہمزہ کے ساتھ غیر قیاسی جمع جیائد ہے۔ اور جود: یعنی بہت زیادہ بارش کہا جاتا ہے۔ جاءَ المطرُ جودًا...... بارش خوب خوب برسی۔ اس کی جمع جوڈ ہے۔ جیسے صاحبٍ اور صحبٍ اور کہا جاتا ہے۔ حاجت لنا السماء...... یعنی ہم پر بہت زیادہ بارش برسی، اور جب زمین شاداب ہوتی ہے تو اس کے لیے مجودہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور جاد الرجل یعنی کسی شخص کا مالدار ہونا۔ متمول شخص کو جواد کہا جاتا ہے اور قوم جُودٍ، خوشحال قوم کے لیے یہ جملہ بولا جاتا ہے۔ جیسے قَذَالٍ و قُذُلٍ جُودٍ میں واؤ حرف علت ہونے کی بناء پر ساکن ہے۔ اسی طرح اجواد، اجاود اور جُوَادٌ کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح اِمراءۃ جوادٌ اور نسوۃ جوڈ کہا جاتا ہے یعنی جوادٌ اور جوڈ تذکیر و تانیث میں یکساں طور پر بطور صفت آتے ہیں جیسا کہ نوارٍ اور نورٍ اور جاد الفرس یعنی گھوڑا تیز رو ہو گیا۔ یجود جودۃ پیش کے ساتھ یعنی مذکر مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ جیسے خیل جیادٍ۔ اجیادٍ اور اجاوید۔ وَجَادَ الشیءُ جَوْدَۃٍ کسی چیز کا عمدہ ہونا۔ [3]

اَجَادَ الرّجل بولا جاتا ہے جب آدمی کے پاس تیز رفتار گھوڑا ہو۔ اسی طرح لفظ تجوید ہے اور کہا جاتا ہے۔ اجودتُ جیسا کہ اطال۔ اطول۔ احالَ، اَحْوَلَ۔ اطاب۔ اَطْيَبَ اور الاٰنَ وَالْيَنَ سب نقصان اور اختتام کے لیے بولے جاتے ہیں۔

شاعرٌ جَداذٌ: یعنی بہت اچھا شاعر اور اجدتہ النقد یونی میں نے اسے بہت زیادہ عطا کیا۔ استجدت الشیٔ...... میں نے کسی چیز کو عمدہ طریق سے تیار کیا۔ اور جاودتُ الرجل من الجود جیسا کہ کہا جاتا ہے ماجدتہ من المجد والجید یعنی گردن اس کی جمع اجیاد ہے اور الجَيَدَ یعنی زبر کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہو گا بس لمبی خوب صورت گردن۔ رجلٌ جیدٌ۔ امراءۃ جیداء یعنی خوبصورت گردن والا مرد۔ خوب صورت گردن والی عورت۔ اس کی جمع جوڈ ہے۔

---

[2] ابن فارس، ابو الحسین احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ۱/۴۹۳

[3] الجوھری، اسماعیل بن حمان، الصحاح تاج اللغۃ، صحاح العربیہ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸م)، ۲/۴۶۱-۴۶۲

جود: الجیّد:- نقیض الردیء علی فیعل واصله جَیْوِدٌ فقلبت الواویاء لانکسارھا وجاور ھما الیاء ثم ادغمت الیاء الزائدہ فیھا والجمع جیاد وجیادات جمع الجمع وجادالشئی جودۃ وجَوْدۃ ای صاد جیدًا واجدت الشئی فجاد والتجوید مثله ویقال اجاد فلان فی عمله واجود وجاد عمله یجود جودورجل جواد سخی۔[4]

''جودَ۔ الجیّد۔ الردیّٰ نقیض ہے (جیسے کھوٹے کا متضاد کھرا ہوتا ہے) فَیْعَلُ کے وزن پر۔ اس کا اصل جَیْوِدٌ ہے۔ واؤ مکسورہ کو ماقبل یا ہونے کی وجہ سے یامیں تبدیل کردیا گیا، پھر یازائدہ پہلی یامیں مدغم ہوگئی۔ اس کی جمع جیاد ہے اور جیادات اس کی جمع الجمع ہے اور جادالشئیَ جودۃٌ وجَوْدَۃٌ یعنی کسی چیز کا عمدہ ہوجانا۔ وَاَجَدْتُ الشَّئیَ فجَادَ۔ یعنی میں نے کسی چیز کو اچھا بنایا وہ عمدہ ہوگئی۔''

اسی سے لفظ ''التجوید'' ہے کہا جاتا ہے کہ اَجَادَ فُلان فِی عَملہٖ فلاں شخص اپنے کام میں ماہر ہوگیا اور اس کا عمل بھی اچھا ہے۔ رَجُلٌ جَوادٌ یعنی سخی آدمی۔

تجوید کا مادہ ج۔ا۔د (جاد) ہے۔ جو ثلاثی مجرد کے باب نصر ینصر سے ہے۔ ''جاد'' کا مطلب کسی چیز کا عمدہ ہونا اچھا بنانا ہے۔ اسی سے جوّد اشی کی ترکیب ہے، یعنی کسی چیز کا عمدہ بنانا جوّد کا فاعل اگر قاری ہو تو اس کا مطلب ہوگا تجوید کے لحاظ سے پڑھنا۔ اسی سے مجوّد اسم فاعل ہے۔ التجوید فی القرأت۔ قواعد فنِ قرأت کے مطابق پڑھنا۔[5]

فن علم تجوید کی تعریف

اہلِ فن نے علم تجوید کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

ھو علم باحث عن تحسین تلاوۃ القران العظیم من جھة مخارج الحروف وصفا ھما وترتیل النظم المبین و عطاء حقھا من الوصل والوقف والمد والقصر و الدوم والادغام والاظھار والا خفاء والا مالة والتحقیق والتفخیم والتشدید والتخفیف والقلب والتسھیل الی غیرذالک۔[6]

---

[4] افریقی، محمد بن مکرم بن علی بن منظور، لسان العرب (دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ)، ۱۳۵/۳

[5] ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح اللغات (مکتبہ قدوسیہ، لاہور ۱۹۹۹ء)، ص: ۱۰۴

[6] حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب الفنون (داراحیاء التراث العربی بیروت، ۲۰۰۸م)، ۳۵۳/۱

"علمِ تجوید وہ علم ہے جو قرآنِ مجید کی اچھے انداز میں تلاوت کے سلسلے میں حروف کے مخارج، ان کی صفات اور ترتیل کی رعایت رکھنے کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ نیز وصل، وقف، مد، قصر، دوم، ادغام، اظہار، اخفاء، امالہ، تحقیق، تفخیم، تشدید، تخفیف، اقلاب اور تسہیل وغیرہ کو صحیح طور پر ادا کرنا (اس علم کا موضوع ہیں)۔"

تجوید کی لغوی و اصطلاحی تحقیق

تجوید قراءت قرآن کا فن ہے۔ کلمہ تجوید کے لغوی معنی ہیں: التحسین۔ یعنی نیکو کردن، آراستہ اور درست کرنا۔ اصطلاح میں فن قراءت کا نام ہے۔ جس سے حروف قرآن کی قراءت درست ہو جاتی ہے۔ اس طرح کہ ہر حرف صحیح مخرج سے اپنی مکمل صورت میں بغیر افراط و تفریط بلا تعسف نرمی و سہولت کے ساتھ ادا ہونے لگتا ہے اور ادا کرنے میں آواز نہ زیادہ زور کی ہوتی ہے اور نہ کمزور، نہ بے جا طور پر کرخت اور نہ سُست اور نہ اس میں کوئی لحن یعنی لغزش اور غلطی ہوتی ہے، نہ بے جا تفخیم و ترقیق وغیرہ۔[7]

اقسام تجوید: تجوید کی تین قسمیں ہیں: ترتیل، حدر اور تدویر۔

ترتیل سے مراد الفاظ کو آہستگی کے ساتھ ان کے مطالب پر غور و غوض کرتے ہوئے پڑھنا ہے۔ حدر سے مراد جلد اور تیز پڑھنا۔ تدویر سے مراد اعتدال کے ساتھ پڑھنا ہے۔[8]

لفظ ''ترتیل''

''الرّتل اتساق الشئِ وانتظامه على استقامة، يقال: رجلٌ رتل الاسنا- الترتيل ارسال الكلمة من لغم بسهولة واستقامة-[9]

"رتل کسی چیز کا مضبوطی کے ساتھ منظم و منضبط ہونا کہا جاتا ہے۔ مرتّل دانتوں والا شخص۔ ترتیل: کسی کلمہ کو منہ کے ذریعہ سہولت اور مضبوطی کے ساتھ ادا کرنا ترتیل کہلاتا ہے۔"

---

[7] دائرہ المعارف، پنجاب یونیورسٹی، ص: ۱۶۷

[8] اسلامی انسائیکلوپیڈیا، قاسم محمود، ص: ۴۷۶

[9] اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن (دار القلم، الدار الشامیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ) ص: ۱۸۷

ترتیل القرآن اور ترتیل القراءۃ کے بارے میں علمائے کرام کی آراء:

امام مجاہد کا قول ہے

ترتیل ترسّل کا نام ہے، یعنی ایک آیت کے بعد دوسری آیت اطمینان اور سکون سے پڑھی جائے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں:

رتل القرآن ترتیلا کا مطلب ہے خوب واضح کرنا۔

امام ضحاک کہتے ہیں

ایک ایک حرف کو الگ الگ پڑھا جائے اور رسول اللہ ﷺ کا طریق قرأت یہ تھا کہ آپ ﷺ ایک ایک آیت کو الگ الگ تلاوت فرماتے تھے اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔

زجاج کا قول ہے:

رتلناہ ترتیلاً یعنی ہم نے اسے ترتیل کے ساتھ نازل کیا۔ ترتیل جلد بازی کی ضد ہے اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، یہ زجاج کا قول ہے۔[10]

عبارت بالا کا خلاصہ

رتّل الشیئ عمدہ نظم و ترتیب سے ہونا صفت مرتل

رَتّل الکلام اچھی طرح ترتیب دینا

رتّل القرآن قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر عمدہ طریقے سے پڑھنا

ترتّل فی القول ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح بولنا

الرّتَل عمدہ گفتگو کو کہا جاتا ہے

کلام رتل۔ خوبی آراستگیسر چیز کی خوبی

ثغرٌ رتلٌ خوب صورت ہموار دانت

---

[10] افریقی، ابن منظور، لسان العرب، ۲۶۵/۱۱

الترتیل

بحث کے نتائج

مذکورہ بالا لغوی واصطلاحی توضیحات سے حسبِ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ تجوید کا مطلب کسی چیز میں عمدگی پیدا کرنا ہے، جب کہ اصطلاح میں یہ لفظ قرآنِ کریم کو خوب صورت آواز میں تلاوت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ ترتیل کا لفظ قرآنِ کریم میں استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب قرآنِ کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے۔

۳۔ ترتیل و تجوید دونوں اپنے مفہوم کے اعتبار سے ہم معنی الفاظ ہی شمار ہوتے ہیں۔

۴۔ ترتیل اور تجوید میں اگرچہ باہم فرق نہیں تاہم ترتیل تجوید ہی کا حصہ ہے۔ یعنی تجوید وسیع المعنی لفظ ہے، جب کہ ترتیل تجوید کا ایک جز۔

۵۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تجوید و ترتیل دونوں کا اطلاق تلاوتِ کلام اللہ پر ہوتا ہے، لیکن ان دونوں الفاظ میں صرف لفظ ترتیل خالصتاً تلاوتِ کلام اللہ کے لیے قرآنِ کریم میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ تجوید اس حوالے سے قرآنِ مجید میں مذکور نہیں۔ لفظ تجوید اصطلاحی طور پر کب تلاوتِ قرآنِ مجید کے لیے مستعمل ہونا شروع ہوا؟ اور کس نے سب سے پہلے اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا؟ اس بارے میں تمام مآخذ فن خاموش ہیں۔

آیت مبارکہ "ورتل القرآن ترتیلاً" کے متعلق اہل فن کی آراء

علامہ ابن العربی اس حوالے سے لکھتے ہیں

"ورتل القران ترتیلا": اہل لغت کے نزدیک اس کا مطلب واضح اور صاف انداز سے قرأت کرنا ہے۔ عرب "ثغر رتل" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ لفظ رتل میں عین کلمہ پر زبر اور زیر دونوں آتے ہیں اس کا مطلب کھلا کھلا ہونا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے چیز کا تھوڑا تھوڑا کر کے ایک دوسرے کے بعد آنا ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے خوب کھول کر بیان کرنا۔ مراد یہ ہے کہ واضح اور صاف صاف تلاوت کرنا۔ اس طور پر کہ اس میں اتنی جلد بازی کا پہلو نہ ہو کہ آیتیں دوسری آیات میں ہی پیوست ہوتی چلی جائیں۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ "ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا، جو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے رو رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب

کرتے ہوئے فرمایا، کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ قرآنِ مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کرو، اسی کو ترتیل کہتے ہیں۔'' اور علقمہ نے ایک شخص کو حسن صوت کے ساتھ تلاوت کرتے سنا تو فرمایا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں! اسے ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنا کہتے ہیں۔ [11]

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

ورتل القرآن ترتيلا: قال الزجاج: رتل القرآن ترتيلا (تبييناً) والتبيين لا يتم بان يعجل فى بالقرآن انما يتم بان تبيين جميع الحروف ويوفى حقها من الاشباع- قال المبرد اصله من قولهم ثغررتل اذا كان بين الثنايا انتراق ليس بالكثير. وقال الليث الترتيل تفسيق الشئى و ثغررتل حسن التنضيد ورتلت الكلام ترتيلا اذ قبولت فيه واحسنت تاليفه وقوله تعالىٰ (ترتيلاً) تاكيد فى ايجاب الامر به وانه ممالا بدمنه القارى واعلم انه تعالىٰ لما امره بصلاة الليل امره بترتيل القرآن حتى يتمكن الخاطر من التامل فى حقائق تلك الا يات ودقائقها. فعند الوصول الى ذكر اللّٰه يستشعر عظمته وجلالته وعند الوصول الى الوعد والوعيد يحصل الرجاء والخوف و حينئذ يستنير القلب بنور معرفة اللّٰه والا سراع فى القرأة يدل على عدم الوقوف على المعانى لان النفس تبتهج بذالک الامور الالٰهيه الروحافيه ومن البتهج بشئى احب ذكره ومن احب شيئاً لم يمر عليه بسرعة فظهر ان المقصود من الترتيل انما هو حضور القلب وكمال المعرفة[12]

''ورتلنٰه ترتيلاً'' فمعنى الترتيل فى الكلام ان ياتى بعضه على اثر بعض على تؤدة وتمهل واصل الترتيل فى الاسنان وهو تغلجها يقال ثغررتل وهو ضد المرقاص ثم انه سبحان و تعالىٰ لما بين فساد قولهم بالجواب الواضح [13]

''ورتل القرآن ترتیلاً'' زجاج کہتے ہیں کہ اس کا مطلب پوری وضاحت کے ساتھ پڑھنا ہے اور اس کا مقصد (تبیین) اس طرح حاصل نہیں ہوتا کہ قرآن کو جلدی جلدی عجلت میں پڑھا جائے، بلکہ یہ مقصد تو تب پورا ہوتا ہے کہ تمام حروف کو

---

[11] ابو بکر ابن العربی، محمد بن عبد اللہ، احکام القرآن (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)، ۲/۲۸۳

[12] رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب (دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۱ھ)، ۳۰/۱۷۳۔۱۷۴

[13] ن۔م، ۲۴/۷۹

وضاحت کے ساتھ حرکات کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھا جائے۔ مبرد کہتے ہیں کہ اس کی اصل دانتوں کا اس طرح الگ الگ ہونا ہے کہ فاصلہ بہت زیادہ بھی نہ ہو اور لیث کے مطابق ترتیل کسی چیز کی ترتیب کا نام ہے اور اگلے دانتوں کا چوڑا اور ترتیب وار ہونا ہے۔ کلام میں ترتیل یہ ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا جائے اور اس میں خوب صورتی اور اپنائیت پائی جائے۔ اللہ کا فرمان ہے: ''ترتیلا'' اس میں ایجاب الامر کی تاکید موجود ہے، جس کی تعمیل قاری کے لیے لازمی امر ہے۔ اور یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رات کی نماز (تہجد) کی ادائیگی کا حکم دیا تو قرآن کو اس نماز میں ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا تا کہ تلاوت شدہ آیات کے اسرار و رموز اور حقائق و دقائق آپ پر غور و فکر کے ذریعے سے منکشف ہو سکیں اور اس طرح اللہ کے ذکر والی آیات پر اللہ کی جلالت و عظمت کا ادراک حاصل ہو۔ وعدے وعید کے متعلق موضوعات والی آیات کے وقت اُمید و خوف کے جذبات بیدار ہوں۔ اور اس طرح معرفتِ الٰہی کے نور سے دل منوّر ہوں۔ قرأت میں جلد بازی اور تیزی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تلاوت شدہ آیات کے معانی و مفہوم سے ذہن یکسر خالی ہے۔ نیز یہ کہ نفس ان آیات میں مذکور، ربّانی ورُوحانی اُمور سے لذت و کیف کے حصول سے عاری ہے، کیوں کہ جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس کا تذکرہ بھی اچھا لگتا ہے اور جس چیز سے محبت ہو انسان اس کے پاس سے جلدی سے نہیں گزرتا۔ پس یہ بات واضح ہے کہ ترتیل کا مقصد و مدعا حضور قلب یعنی کامل توجہ اور کمال معرفت کا حصول ہے۔ "

"ورتلنٰہ ترتیلاً" چنانچہ ترتیل فی الکلام کا مطلب یہ ہوا کہ کلام کا تھوڑا تھوڑا حصہ ایک دوسرے کے بعد آہستہ آہستہ اور پورے اطمینان کے ساتھ آئے اور ترتیل تو اصلاً دانتوں کا کھلا کھلا ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے: ثغر رتل (سامنے کے دانتوں کا چوڑا اور کھلا ہونا) یا چوڑے اور کھلے دانتوں والا شخص اور ثغر رتل کی ترکیب لفظ مرقاص کی ضد ہے۔ پس اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے قولی فسادی غلط پراپیگنڈے کا واضح اور صاف جواب عطا فرمادیا۔"

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

''ورتل القرآن ترتیلا: اور کھول کر پڑھو قرآن کے لفظوں کو صاف یعنی تہجد کی نماز میں کھڑے ہو کر اور ترتیل لغت میں واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں۔ شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کرنے کو کہتے ہیں:

- حرفوں کو صحیح طرح سے ادا کرنا یعنی اپنے مخرج سے نکالنا تا کہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔

- دوسرے، وقوف کی جگہ پر اسی طرح ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام بے موقع نہ ہونے پائے اور کلام کی صورت میں متبدل نہ ہو جائے۔
- تیسرے، اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو آپس میں امتیاز دینا تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پائے۔
- چوتھے، آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اور دل میں کوئی کیفیت پیدا کریں، جیسے: ذوق شوق، خوف اور دہشت، اس واسطے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے یہی چیزیں مطلوب ہیں۔
- پانچویں، اپنی آواز کو اچھا کرنا اور اس طور سے کہ اس میں دردمندی پائی جائے تاکہ دل پر جلدی تاثیر کرے اور مطلب حاصل ہو جائے۔ اس واسطے کہ جو مضمون خوش آوازی سے دل تک پہنچتا ہے تو اس سے رُوح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور قویٰ بھی اسے جلد جذب کر لیتے ہیں اور اس سبب سے رُوح پر اس کی تاثیر بھی ہوتی ہے۔ اسی واسطے اطباء نے کہا ہے کہ جب کسی دوا کی کیفیت دل کو پہنچانا منظور ہو تو اس دوا کو خوشبو میں ملا کے دینا چاہیے۔ اس واسطے کہ دل خوشبو کا جذّاب ہے یعنی کھینچنے والا ہے تو اس خوشبو کے ساتھ اس دوا کو بھی جلدی کھینچ لے گا اور اسی طرح جس دوا کی کیفیت جگر یعنی کلیجے کو پہنچانا منظور ہو تو اسے مٹھائی میں ملا کر دینا چاہیے، اس واسطے کہ جگر مٹھائی کا عاشق ہے تو وہ بھی اس کو کھینچ لے گا۔
- چھٹے، تشدید اور مد کا جس جگہ پر ہیں، وہاں لحاظ رکھنا اس واسطے کہ شد اور مد کی رعایت کے سبب سے کلامِ الٰہی میں عظمت اور بزرگی نمودار ہوتی ہے اور تاثیر میں بھی مدد کرتا ہے۔
- ساتویں، اگر قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون سنے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جائے، حق تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد اور مطلب کا سنے تو وہاں بھی ٹھہرے۔ اور اسی کو حق تعالیٰ کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے اور اگر قرآن شریف میں کوئی دعا یا کوئی ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہاں بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم سے اس دعا یا ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھ لے جیسے "قل ربِّ زدنی علماً" یعنی اے رب زیادہ کر مجھے علم، یہ سب سات چیزیں ہوئیں جن کی ترتیل میں رعایت کرنا ضروری ہے اور یہ سب ایک چیز کے واسطے ہیں اور چیز مقصود ہے وہ تدبر اور فہم ہے یعنی غور کرنا اور بوجھنا قرآن کے مطلب کا اور یہ بات بدون ان سات چیزوں کے حاصل نہیں ہوتی، نہ پڑھنے

والے کو نہ سننے والے کو، بلکہ بدون ان سات چیزوں کی رعایت کے قرآن کی قرأت شعر خوانی کی طرح بے فائدہ ہو جاتی ہے اور کچھ اس سے حاصل نہیں ہوتا، اسی واسطے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: "لاتنثُروہ نثر الدّقل ولاتَھذُّوہ کھذالشعر قفوا عند عجائبہ وحوّ کوابہ القلوب ولا یکن ھَمہ احدِ کمُہ آخرالسورہ۔"[14]

علامہ مفتی محمد شفیع عثمانیؒ تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں

"ورتل القرآن ترتیلاً ترتیل کے لفظی معنٰی کلمہ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تلاوت قرآن میں جلدی نہ کریں بلکہ ترتیل وتسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی اس کے معانی میں تدبر و غور کریں۔ ''ورتل'' کا عطف ''قم اللیل'' پر ہے اور اس میں اس کا بیان ہے کہ رات کے قیام میں کیا کرنا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد اگرچہ قرأت وتسبیح رکوع وسجود سبھی اجزائے نماز پر مشتمل ہے مگر اس میں اصل مقصود قرأت قرآنی ہے۔ اسی لیے احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز بہت طویل ادا فرماتے تھے۔ یہی عادت صحابہ وتابعین میں معروف رہی ہے۔ مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا صرف پڑھنا مطلوب نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے، جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو۔ نبی کریم ﷺ اسی طرح ترتیل فرماتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ سے بعض لوگوں نے رات کی نماز میں آپ ﷺ کی تلاوت قرآن کی کیفیت دریافت کی توانہوں نے نقل کر کے بتلایا جس میں ایک ایک حرف واضح تھا۔"[15]

مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن میں رقمطراز ہیں:

"ورتل القرآن ترتیلاً یعنی تیز تیز رواں دواں نہ پڑھو بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرو اور ایک ایک آیت پر ٹھہرو، تاکہ ذہن پوری طرح کلامِ الٰہی کے مفہوم و مدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو۔ کہیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے تو اس کی عظمت وہیبت دل پر طاری ہو کہیں اس کی رحمت کا بیان ہے تو دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جائے۔

---

[14] دہلوی، شاہ عبدالعزیز، فتح العزیز (م۔ن، س۔ن)، ص: ۳۳۹۔۳۴۰

[15] عثمانی، محمد شفیع، معارف القرآن (ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۰۸ء)، ۸/۵۹۰۔۵۹۱

کہیں اس کے غضب اور اس کے عذاب کا ذکر ہے تو دل پر اس کا خوف طاری ہو۔ کہیں کسی چیز کا حکم ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے تو سمجھا جائے کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ غرض یہ قرأت محض قرآن کے الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کے لیے نہیں بلکہ غور و فکر اور تدبر کے ساتھ ہونی چاہیے۔"[16]

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

"اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو کہ ایک ایک حرف الگ ہو اور یہی حکم غیر صلوۃ میں بھی ہے اور تخصیص محض مقام کی وجہ سے ہے۔"[17]

"ورتلنٰہ ترتیلاً اور ہم نے اسے بہت ٹھہر ٹھہر کر اُتارا ہے، چنانچہ 23 سال کے اندر پورا ہوا تا کہ تدریجی نزول کا فائدہ عام ہو۔"[18]

پیر محمد کرم شاہ الازھری کی رائے

اس ایک جملہ میں قرآنِ کریم کو تدریجاً نازل کرنے کی کئی حکمتیں بیان فرمائیں:

۱۔ اس طرح لوحِ قلب پر یہ اچھی طرح نقش ہو جاتا ہے۔

۲۔ ہر آیت کا مفہوم خوب ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

۳۔ ضرورت کے موقع پر آیات کا نزول ہو گا تو دلالت لفظیہ کے ساتھ جب قرائن حالیہ بھی مل جائیں گے تو آیات کا مفہوم اور مصداق زیادہ واضح ہو جائے گا۔

۴۔ ہر موقع پر جب وحی الٰہی اُترے گی تو دل کو اطمینان رہے گا کہ جس خالق نے مجھے اس کارِ عظیم کو سرانجام دینے کے لیے مقرر فرمایا ہے، اس کی نظر عنایت ہر وقت میرے شاملِ حال ہے۔[19]

---

[16] مودودی، سید ابوالاعلی، ابوالاعلیٰ سیّد، تفہیم القرآن (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۰۸ء)، ۱۲۶/۶۔۱۲۷

[17] تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۹۹۹ء)، ۵۲/۱۲

[18] تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، ۴۲/۸

[19] الازہری، کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء)، ۳۶۳/۳

مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونیؒ کی رائے

"ورتلنٰہ ترتیلاً: اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ اس طرح کہ 23 سال کے عرصہ میں نازل کیا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کا کام رب کا کام ہے، کیوں کہ قرآن پڑھنا حضرت جبرئیل کا کام تھا، مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے پڑھا، اس میں اشارۃً بندوں کو ہدایت ہے کہ قرآنِ کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ رب کریم فرماتا ہے کہ "ورتل القرآن ترتیلاً" لہٰذا سارا قرآن ایک دن میں جلدی جلدی نہ پڑھو کہ سوائے یعلمون اور تعلمون کے اور کچھ سمجھ میں نہ آئے۔"[20]

"ورتل القرآن ترتیلاً اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔" معلوم ہوا کہ نماز میں تلاوت قرآن نہایت اطمینان سے کرنی چاہیے۔ جس سے حروف صحیح ادا ہوں۔ مد، شد وغیرہ ظاہر کرنا فرض ہے۔ خیال رہے کہ ایک رات میں قرآنِ کریم ختم کرنا اسے منع ہے جو قرآن صاف نہ پڑھ سکے یا بے رغبتی اور سستی سے پڑھے۔"[21]

نتائج بحث!

مفسرین کی مذکورہ بالا آراء سے ترتیل القرآن کے سلسلہ میں حسبِ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ تمام مفسرین متقدین و متاخرین اس امر پر متفق ہیں کہ اس سے مراد ٹھہر ٹھہر کر وقار اور اطمینان کے ساتھ تلاوت کرنا ہے۔

۲۔ منہ کو ٹیڑھا کر کے یا کانوں پر ہاتھ رکھ کر، لے کھینچتے ہوئے پڑھنے کا انداز بعد کے ادوار کی پیداوار ہے۔ شروع کے ادوار میں یہ رواج نہ تھا۔ اسی لیے علاّمہ احمد مصطفی المراغی نے اس پر گرفت کی ہے، جب کہ کسی بھی دوسرے مفسر کے ہاں اس بات کا تذکرہ تک نہیں ملتا۔ یاد رہے علامہ مراغی علمائے متاخرین میں سے ہیں۔

۳۔ ترتیل کا مطلب تمھُلُ ہے اس بارے میں تمام مفسرین متفق اللّسان ہیں۔

۴۔ بیشتر مفسرین نے حضرت ابن عباس کے قول پر اپنی رائے قائم کی ہے۔

---

[20] نعیمی، احمد یار خان، تفسیر نور العرفان (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء)، ص: ۵۷۸

[21] ن۔م، ص: ۹۱۵

۵۔ اکثر متقدمین نے بعض اکابر تابعین کی آراء سے استدلال کر کے ترتیل کا معنیٰ و مفہوم تعین کرنے کی کوشش کی ہے جن میں علقمہ، حسن اور ضحاک وغیرہ شامل ہیں۔

۶۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ترتیل سے سات باتیں مراد لی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ مخارج کی درستی

۲۔ وقوف کا لحاظ

۳۔ حرکات کی رعایت

۴۔ تھوڑی سے بلند آوازی

۵۔ تحسینِ صوت

۶۔ تشدید و مدات کا پورا کرنا

۷۔ مضامینِ خوف ور جا پر طلبِ پناہ و دعا

آپ فرماتے ہیں کہ ان ساتوں سے اصل مدعا تدبر و فہم کا حصول ہے اور یہی مقصود بالذات ہے۔ برّصغیر کے متاخرین علماء میں سے تقریباً سبھی نے شاہ عبد العزیز ہی کا تتبع اختیار کیا ہے۔ خصوصاً مولانا مودودی نے تو وہی رائے اختیار کی جو شاہ صاحب کی ہے، جس میں ترتیل سے سات اُمور ہی مراد لیے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے مخارج الحروف وقوف اور تحسین صوت کا ذکر نہیں کیا۔

۷۔ ترتیل صرف کسی خاص طریق کا نام نہیں بلکہ اس میں یہ سب اُمور شامل ہیں۔ مثلاً:

(i) قواعد تجوید کے مطابق ہونا۔

(ii) مخارج کے رعایت رکھنا۔

(iii) حرکات و سکنات کا خیال رکھنا۔

(iv) دل میں خشوع کا پیدا ہونا۔

(v) کلامِ الٰہی کی عظمت کا دل میں بیٹھنا۔

(vi) سننے والے پر اثر انگیز ہونا۔

علم تجوید کا ارتقائی جائزہ

اہلِ عرب چوں کہ اہل زبان تھے اور قراءت و تلاوت سینہ بسینہ چلی آرہی تھی، لیکن جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور دعوتِ اسلام بیرونِ عرب پہنچی تو عرب و عجم کے اختلاط سے، عربیت کے صاف ستھرے اور خاص لب ولہجہ میں نوع بنوع کی خامیاں اور نقائص پیدا ہونے لگے، تو اس زمانہ کے ائمہ فن اور ماہرینِ لغت مثلاً ابوالاسود دئلیؒ (م ۶۱ھ) خلیل بن احمدؒ (م ۷۰ / ۱۶۰ھ) سیبویہؒ (م ۱۵۳ھ) اخفشؒ (م ۳۳۸ھ) فراءؒ (م ۲۰۷ھ) اسحٰق جرمیؒ (م ۲۲۵ھ) اور مبردؒ (م ۲۸۵ھ) وغیرہ نے شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی کہ صرف، نحو، لغت اور حروف عربیہ کے مخارج وصفات وغیرہ کی مکمل اور جامع تشریح کی جائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ہدایت کی روشنی میں ایسے اصول و قواعد کی بنیاد رکھی جائے کہ عربی فصاحت اور طرزِ ادا عجمی اختلاط سے مجروح اور متاثر نہ ہوتے ہوئے بالکل محفوظ ہو جائے، پس اس فن کی وضع و ترتیب تقریباً ۱۵۰ھ سے شروع ہوئی ہے۔

دوسری صدی تک وجوہِ قراءت اور تجویدی اصول و قواعد کے لکھنے کا دستور نہیں تھا، تیسری صدی میں ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) نے کتاب القراءات تصنیف کی، اور فنِ تجوید میں سب سے پہلے موسیٰ بن عبیداللہ بغدادی (م ۳۲۵ھ) نے کتاب تصنیف کی، اس کے بعد تجوید و قراءت میں بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں۔

تجوید و قراءت کی تصانیف کا سرسری جائزہ :

علم قراءت اور تجوید پر باقاعدہ تصانیف کا آغاز تیسری صدی سے ہوتا ہے، بعض حضرات نے اور پہلے بھی لکھا ہے۔ تیسری صدی میں ۷، چوتھی صدی میں ۲۵ سے زائد، پانچویں صدی میں ۵۰ سے زائد، چھٹی صدی میں ۳۰، ساتویں صدی میں ۳۰، آٹھویں صدی میں ۵۰ سے زائد، نویں صدی میں ۳۰ سے زائد، دسویں صدی میں ۱۵، گیارھویں صدی میں ۳، بارھویں صدی میں ۲، تیرھویں صدی میں ۴، چودھویں صدی میں ۵۰ زائد کتابیں لکھی گئیں۔ چودھویں صدی میں خاص علم تجوید پر، تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہیں، اس سرسری جائزہ سے تقریباً پانچ سو تصانیف کا سراغ ملتا ہے۔

رواں پندرھویں صدی :

فن تجوید پر بے شمار تصانیف و تالیفات ہیں بل کہ یوں کہنا چاہیے کہ چودھویں صدی کا آخر اور رواں پندرھویں صدی، علم القراءات والتجوید کے لیے علمی و تصنیفی صدی ہے، علمائے عرب کے ساتھ بیرون عرب اور برصغیر کے علما اور قراء پوری

بیداری کے ساتھ اس علم کی تعلیمی، تصنیفی اور تربیتی خدمات پر کمربستہ نظر آرہے ہیں، علمائے عرب نے بطور خاص اہتمام کیا ہے۔ جدید اور مستقل تصانیف کے قدیم مآخذ اور مصادر کی، از سرِ نو تصحیح و تحقیق اور جدید انداز پر مفصل تعلیقات کے ساتھ طباعت واشاعت کی برابر خبریں آرہی ہیں، اسی کے ساتھ برصغیر میں کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے اچھاخاصا کام ہوا اور ہورہا ہے۔

خلاصہ کلام

تجوید سے مراد قرآن مجید کا عربی تلفظ اور اس کے حروف و کلمات کی وہ اداء ہے جس سے اس کا عربی میں اور کلامِ الٰہی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید نہایت فصیح عربی میں ہے تو جب اس کی زبان عربی ہے اور یہ عربی لغت میں نازل ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا تلفظ بھی وہی ہونا چاہئے جو آنحضرت ﷺ اور ان خالص عربوں کا تھا جن کی لغت اور جن کی زبان میں یہ نازل ہوا تھا اور اسی کے موافق تلاوت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہی معنی ہیں تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے کے بھی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو تجوید سے تلاوت کرو اور اس کو بہترین آواز سے مزین کرو اور عربی لب ولہجہ سے پڑھو؛ کیونکہ قرآن عربی ہے اور اللہ تعالی پسند کرتے ہیں کہ قرآن کو اسی انداز میں پڑھا جائے۔ تلاوتِ قرآن مجید سے حداتعالی کی ہم کلامی کا شرف اور درجہ حاصل ہوتا ہے اور حفاظ اکثر بیشتر اس کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اس لیے وہ بھی اللہ تعالی کی ہم کلامی سے مشرف ہوتے رہتے ہیں اور وہی تلاوت مقصود ہے جو اداء کما انزل کے مطابق ہو۔